اللہ کا بانکا محمد علی جوہرؒ

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر

کوئٹہ

نوٹ: یہ مقالہ صرف ریکارڈ کے لئے شائع کیا جا رہا ہے، اسے تحقیقی آرٹیکل کی حیثیت سے نہیں پیش کیا جا رہا ہے، بلکہ یہ تاریخ پاکستان کی عظیم شخصیت کے علمی تبرکات ہیں۔

اللہ کے بانکے اور نرالے رنگ والے محمد علی جوہر نے خود ہی کہا تھا

اللہ کے باکوں کا بھی ہے رنگ نرالا
اس سادگی پہ سُرخیِ خونِ شہدا دیکھ

وہ بلاشبہ حقیقی معنوں میں مردِ مومن تھے۔ وہ نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے مردِمجاھد تھے، بلکہ علامہ اقبال کے الفاظ میں ایشیا اُن کے جلوہ سے ہمیشہ معمور رہے گا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

جلوہَ اوتا ابد باقی بہ چشم آسیاست
گرچہ آں نورنگاہِ خاور از خاور گزشت

محفل کیسی ہی کیوں نہ ہو، سامعین کس ڈھب کے ہوں اور ماحول کیساتھ بھی ہو، محمد علی جوہر خاموش نہیں رہتے تھے۔ اُن کی طبع اتنی رواں، شوخ اور شگفتہ تھی کہ وہ ہر تقریر میں نئے نئے نکتے بیان کرتے تھے۔ وہ جاہ وجلال سے مرعوب ہونا نہ جانتے تھے۔ وہ بلاخوف وخطر حقیقت اور صداقت پر مبنی باتوں کو پیش کرتے تھے۔ وہ گھبرانے خوف زدہ ہونے اور لبوں پر مہر سکوت ثبت کرنے کے عادی نہ تھے۔ وہ پاکیزہ ذوق کے مالک آرٹ اور فنونِ لطیفہ کے قدردان ہونے کے

ساتھ ساتھ سخت سے سخت حالات میں بھی امید کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ خود کہتے ہیں۔

امتحان سخت سہی پر دل مومن ہے وہ کیا
جو ہر اک حال میں اُمید سے معمور نہیں

وہ بچوں، جوانوں، عورتوں اور بوڑھوں تک کو اپنا ہمنوا بناتے، ملک کے کونے کونے کا دورہ کرتے، جہاں پہنچتے کالجوں، اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں تالے لگ جاتے۔ طلباء قوم کے رضا کار بنتے۔ عدالتوں کا کام ٹھپ ہو جاتا۔ لاکھوں میں کھیلنے والے وکیل اور بیرسٹر قوم کے سپاہی بن جاتے۔ نہ فیس کی حاجت ہوتی اور نہ ہی علم کی دوکان چمکتی۔ صرف ایک حریت کے جذبے کے تحت لوگ رواں دواں ہوتے۔

اسی ماحول میں مولانا محمد علی جوہر نے مختلف مقامات پر قوم کو جس انداز میں خطاب فرمایا اور مختلف امور پر روشنی ڈالی۔ اُن میں سے چند ایک کے بارے میں اُن کی کہی ہوئی باتیں اُن کی زبان سے ملاحظہ فرمائیے۔ خدا کی وحدانیت پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی تم پر حکومت نہ کر سکے، تو پہلے خدا کی وفادار رعایا بنو، تمہارا بادشاہ بھی تمہاری طرح خدا کی رعایا کا ایک فرد ہے۔ تم اُس سے کہہ سکتے ہو کہ ہم تم ایک خدا کے بندے ہیں، مراتب بے شک جدا جدا ہیں، مگر عبدیت الٰہی کا جہاں تک تعلق ہے ہم میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

"میں تھیوکریسی (مذہبی حکومت) پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ میرا بادشاہ کون ہے؟ سب سے پہلے میرا بادشاہ خدا ہے اور خدا نے مجھے ویسا ہی آزاد پیدا کیا ہے جیسا کہ جارج پنجم کو"

"یہ خیر مقدم محمد علی شوکت علی کا نہیں ہے، علی برادران کا خیر مقدم کچھ نہیں،

خدا کا خیر مقدم کرو، جو اپنے احکامات اپنے بندوں کے ذریعہ سنوار رہا ہے، یہ ہار پھول سب بے کار ہیں۔ کیونکہ خدا دل کو دیکھتا ہے۔ اگر حکومت یا کسی دوسری قوم کی ضد سے یا دکھاوے کو ایسا کیا جاتا ہے تو وہ قبول نہیں ہے، ہم اس کے دوست ہیں، جو خدا کا دوست ہے، ہم اُس کے دشمن ہیں جو خدا کا دشمن ہے ہم تو اللہ کے ہو لئے۔

رشتہ درگر دنم افگندہ دوست   می بروہر جاکہ خاطر خواہ اوست

انہی خیالات کو منظوم صورت میں یوں نبھاتے ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے   یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے
کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف   کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے
تجھے تسکین دل پایا تجھے آرام جاں پایا   نہاں بھی ہے تو کیا، تجھ کو جہاں ڈھونڈا وہاں پایا
ترا وہ مبتلا ناکام سمجھا جس کو دنیا نے   اُسی کو سرخرو دیکھا، اسی کو کامراں پایا

خدا کی وحدانیت کیسے پھیلتی ہے، مولانا محمد علی جوہر کی زبان سے سنئے:

''خدا کی وحدانیت پھیلانے کے صرف دو ہی ذریعے ہیں، قلم یا تلوار، تلوار ہم سے چھین لی گئی۔ مگر الحمدللہ کہ قلم پر آپ لوگ قابض ہیں، آج کل قلم پر قبضہ تلوار کے قبضہ سے زیادہ پراثر اور نہایت اہم ہے۔ جو لوگ تلوار کے مالک ہیں، وہ بھی اہل قلم کی طاقت اور تلوار کا لوہا مانتے ہیں، آپ کے قلم کا لوہا تلوار کے لوہے سے زیادہ سخت اور آپ کے قلم کی روانی تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے، اور آپ کے قلم کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔''

''پس اپنا قدم آگے بڑھایئے، قلم پر قط رکھئے اور خدا کی وحدانیت صفحۂ دہر پر لکھ ڈالئے، خدا کی رحمت اور تائید آپ کے ساتھ ہو۔ آمین''

مولانا محمد علی جوہر اپنی تقاریر اور خطبات میں حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے حوالے دیا کرتے تھے۔ جیسے ایمان کی سلامتی کی دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''کہ ایمان یہ ہے کہ ہاتھ سے عمل کرو، زبان سے کوشش کرو، اگر یہ نہیں کر سکتے تو کم از کم دل سے اقرار کرو، کہ یہ اقل ترین ایمان کا درجہ ہے''

دوسری جگہ کہتے ہیں: خدا کے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ:

اخرجوا الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب

''یہود اور عیسائیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کرو۔''

''اس حکم کی تعمیل ہم پر فرض ہے وہ بیت المقدس جسے مسلمانوں نے اپنا خون بہا کر فتح کیا تھا اور جس پر اب تک خلیفۃ المسلمین (سلطان ترکی) کا اقتدار تھا ہم اس پر اغیار کا قبضہ ہرگز نہیں رہنے دیں گے۔''

وہ اپنے فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا اظہار اس طرح بھی کرتے ہیں۔

دشتِ رہِ غریب میں اکیلا تو نہیں تو   بطحی کے مہاجر کا تو نقش کف پا دیکھ
نہیں معلوم کیا ہو حشر جوہر کا پر اتنا ہے   کہ ہاں نام محمد مرتے دم وردِ زباں پایا

جب رسوائے زمانہ کتاب راجپال چھپی تو مولانا محمد علی جوہر بے تاب اور کبیدہ خاطر ہوئے، ایسی لغویات کے سدباب کے لئے آئینی، قانونی اور قابل عمل کوششیں کیں۔ مگر اس واقعہ سے ان کے دل ودماغ بہت زیادہ اثر پذیر ہوئے۔ چنانچہ ایک موقع پر اپنے تاثرات کا اس طرح اظہار کیا۔

''جہاں تک خود میرا تعلق ہے مجھے نہ قانون کی ضرورت ہے نہ عدالتوں کی حاجت، اگر کوئی ہندوستانی بھائی اس قدر شقی القلب ہے، کہ مجھ سے تو ایک معمولی جانور کا تقدس منوا کر اس سے متمتع ہونے کے حق سے میری

دست برداری کا طالب ہے، لیکن انسان جو اشرف المخلوقات ہیں، ان میں سے سب سے اشرف نبی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم باعث تکوین دو عالم کا تقدس میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اس کا اتنا بھی پاس نہیں کرتا کہ اس برگزیدہ ہستی کی توہین کر کے میرے قلب کو چور چور کرنے سے احتراز کرے، تو ہندوستان کو غلامی سے نکالنے کے لئے جس میں وہ آج مبتلا ہے اور جو گاؤ پرست ہندوؤں کے وجود سے کہیں زیادہ ہمارے مذہب ملت کی بے حرمتی کا سبب ہے، مجھ سے جہاں تک صبر ہو سکے گا، صبر کروں گا، اور جب صبر کا جام لبریز ہو جائے گا تو یا تو اس گندہ دل، گندہ دماغ، گندہ ذہن کافر کی جان خود لے لوں گا، یا اپنی جان اس کوشش میں خود کھو دوں گا۔"

عبادت کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔

"ماہِ رمضان کے تیس روزے رکھ لینے یا بقرعید پر قربانی کر دینے سے ہماری ذمہ داریاں ختم نہیں ہو جاتیں۔ عبادت کا اصل مفہوم عبدیت کا سبق حاصل کرنا ہے۔ اس سے یہ فائدہ مرتب ہونا چاہئے کہ یہ حقیقت ہمارے ذہن نشین ہو جائے کہ ہم خدا کے غلام ہیں اور اس کے سوا ہم کسی کی غلامی (بہ رضا و رغبت) نہیں اختیار کر سکتے"

عبادت سے مقصود خدا تعالیٰ کی غلامی ہے، اور سچے معنی میں خدا کی غلامی یہ ہے کہ صبح و شام اُٹھتے بیٹھتے اس کے کام کرو روزہ اور نماز اجزائے عبادت ہیں، اصل عبادات یہ ہے کہ جو کچھ بھی کرو خدا کے لئے کرو، ورنہ شرکِ خفی عائد ہوتا ہے۔ اسلام دنیا کو بھی سمجھانے آیا ہے، یہ فرض خلافت کی صورت میں پہلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ پھر اس نے صلحاء کو بھیجا، کہ وہ خدا کی ایجنسی اور وائسرائلٹی ہے، تاکہ خدا تعالیٰ کی عبادت رائج ہو، اور غیر اللہ کی غلامی سے نجات ملے،

اور خدا کی مرضی میں ہر چیز گم ہو جائے۔

مولانا محمد علی جوہر مذہبی رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے، کہ انہیں جہاں بھی موقع ملتا، وہ اظہار خیال سے نہ چوکتے تھے، گول میز کانفرنس میں انہوں نے اپنی معروف اور تاریخی تقریر میں ایک مقام پر کہا تھا:

''دنیا کی مذہبی جنگیں اور صلیبی لڑائیاں اس قدر تباہی خیز اور ہولناک نہ تھیں۔ جیسی آپ کی گزشتہ جنگ عظیم، اور یاد رکھئے کہ وہ آپ کی قوم پرستی کی جنگ تھی، میرے جہاد کی جنگ نہ تھی۔''

اللہ تعالیٰ کے گھر کی حفاظت کے سلسلے میں آپ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر ہم کعبہ کی حرمت ضروری سمجھتے ہیں تو ہمیں موت سے باک نہ ہونا چاہئے اور مصلحتوں کا لحاظ نہ کرنا چاہئے۔

کیا دھرا ہے عقل میں جز حیرت و سرگشتگی
پھر سے ہوں پابند اس کا میں وہ دیوانہ نہیں

دوسری جگہ کہا تھا:

''اس کی حرمت ہماری ماؤں، بیویوں اور بہنوں سے کہیں زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر کی حفاظت کے جرم میں اگر ہمیں قید کر لیا گیا تو کوئی حرج نہیں''

تحفظ خلافت کے بارے میں آپ نے فرمایا:

''مسئلہ تحفظ خلافت رومن کیتھولک کے پوپ جیسا نہیں ہے، کہ چند میل کے باہر اس کی حکومت بالکل نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کر سکتا ہے صرف ان چند میلوں کے اندر جہاں اس کی ''حکومت'' قائم ہے۔ خلافت نہ کوئی حکومت ہے نہ کوئی بطریق جیسا راجہ ہے، بلکہ خلافت کا سلسلہ برابر جاری ہے، آج بھی مسلمان اس کو اسی طرح تسلیم کرتے ہیں، جس طرح ۱۳ سو

سال قبل تسلیم کرتے تھے۔ ان کے لئے حکم ہے کہ تمہارے اور تمہارے اولی الامر میں تنازع ہو۔ تو وہی کرو، جو خدا کا حکم ہے۔ اب بھی ہر شخص کے لئے وہی حکم ہے اور وہ اس پر عمل کرنے پر مجبور ہے۔"

مولانا محمد علی جوہر وطنیت اور قومیت کے یورپی مفہوم کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے، چنانچہ انہوں نے گول میز کانفرنس میں بلا جھجک فرمایا:

"میں کہتا ہوں کہ خدا نے انسان کو بنایا اور شیطان نے قوموں کو، قومیت، وطنیت، انسانوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتی ہے، لیکن مذہب انسانوں کو ایک دوسرے سے وابستہ کرتا ہے"۔

وہ دل و جان سے احیائے خلافت راشدہ کے خواہاں تھے، مفتی فلسطین امین الحسینی نے انکشاف کیا تھا کہ وہ ایک دفعہ مسجد حرام کے اندر خانہ کعبہ کے پاس سے گزرے، تو دیکھا کہ رات کی تاریکی میں ایک شخص خانہ کعبہ میں صاحب خانہ سے مصروف راز و نیاز ہے، آواز بیٹھی ہوئی، گریہ گلوگیر، گردن سجدہ میں جھکی ہوئی۔ گڑگڑا کر، رو رو کر عرض کر رہا ہے۔ کہ اے کارسازِ عالم تو مجھے تو جہنم میں جھونک دے، میری کسی آرزو کو پورا نہ کر، لیکن ایک بار ان آنکھوں کے سامنے احیائے خلافت راشدہ کر کے وہ مبارک و مسعود زمانہ پھر واپس لا دے، جس کو کانوں نے سنا ہے۔ مگر آنکھیں جس کی دید سے اب تک محروم ہیں"

جب اس شخص نے اپنی پیشانی سجدے سے اٹھائی تو مفتی فلسطین نے دیکھا کہ وہ اللہ کا بانکا محمد علی جوہر ہے، جس کا نورانی چہرہ آنسوؤں سے تر ہے۔

۱۹۲۸ء میں جب آپ یورپ علاج کے لئے تشریف لے گئے تو کچھ دنوں کے لئے انگلینڈ بھی گئے تھے وہاں ایک مرتبہ پارلیمان کی مہمانوں کے لئے مخصوص گیلری میں بیٹھے ہوئے

کارروائی ملاحظہ کررہے تھے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا، گیلری کے ایک گوشے میں اپنی عبا بچھائی اور اللہ کے حضور جھک گئے، حاضرین مجلس انگشت بدنداں رہ گئے، لنڈن کے ایک اخبار نے اس واقعہ کوشائع کیا کہ آج ایک آدمی سے ''یہ حرکت'' سرزد ہوئی۔

محمد علی جوہر برصغیر میں بھی مختلف مجالس میں اسی ''حرکت'' کے مرتکب ہوا کرتے تھے وہ اس سلسلے میں دوسروں کے ''اشاروں'' اور ''کنایوں'' کو درخوراعتنانہ سمجھتے تھے، خودفرما گئے۔

جس نے دنیا کو نامراد کہا وہی ناکام کام کرتا ہے
آج کرلو جو کرسکو کل تک کون جیتا ہے کون مرتا ہے
قلزم عشق میں جو گرا سو گرا اس کا ڈو با کہیں ابھرتا ہے
وہی دن ہے ہمارے عید کا دن جو تری یاد میں گزرتا ہے

اللہ کا یہ بانکا متعدد بیماریوں میں مبتلا ہونے کے باوجود گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے لندن پہنچا وہیں فرمایا:

''میں کہتا ہوں کہ جس آدمی کے حواس بجا ہیں وہ ان بیماریوں کے ساتھ ۷-میل کا سفر بھی نہیں طے کرسکتا۔ لیکن پھر بھی میں خشکی اور سمندر کے سات ہزار میل کا سفر طے کرکے یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ کیونکہ جہاں ہندوستان اور مسلمان کا معاملہ آجاتا ہے، وہاں میری حالت دیوانوں کی سی ہوجاتی ہے۔''

اللہ کے حضور ''نقد جاں'' پیش کرنے سے پیشتر جس کے بارے میں خودگویا ہوئے تھے

نقد جاں نذر کرو سوچتے کیا ہو جوہر کام کرنے کا یہی ہے تمہیں کرنا یہی ہے

وہ رات بھر مصروف کار رہے، اور ہندو مسلم تعلقات پر جوانہوں نے ایک مفصل اسکیم تیار کی تھی، اس کا مسودہ ٹھیک کراتے رہے۔

عقل کو ہم نے کیا نذر جنوں عمر بھر میں یہی دانائی کی

اور

سنتے ہی جس کے خلق میں کہرام مچ گیا جوہر وہ تیری ہی تو کہیں داستان نہ ہو

اسلام کا یہ مایہ ناز سپوت ان گنت لوگوں کی خواہشات کے باوجود نہ تو رامپور، لکھنو اجمیر، کلکتہ، علی گڑھ اور دلی کی سرزمین میں دفن ہوا۔ بلکہ بیت المقدس کی مسجد عمر نے اپنا سینہ چاک کیا اور اللہ کا بانکا اس میں سما گیا، ان کے اپنے الفاظ میں:

رہرو تھا راہِ عشق کا منزل کو پالیا
اب اور کیا نشان مری لوحِ مزار دے

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر
یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

حوالہ جات:

ابوسلمان شاہجہاں پوری، پروفیسر ڈاکٹر انصار زاہد، پروفیسر فصیح الدین صدیقی، رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہرؒ (سوانح و خدمات)

مجلہ علم و آگہی، گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی برائے ۷۹۔۱۹۷۸ء، ص۷ تا ۲۸۷

مکالمہ و اتحاد المذاہب کی مذہبی بنیادیں

سیرت طیبہ ﷺ، اسوۂ انبیاء علیہم السلام اور کتب مقدسہ کے تناظر میں

مصنف:

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

اصولِ سیرت نگاری

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

اسوہ حسنہ اور مروجہ میلاد محفلیں

خراج عقید ت ادا کرنے والوں خراج عقیدت سے کیا کام ہوگا
یہی ہے زبانی محبت کا عالم تو دین ہدیٰ اور بدنام ہوگا
اگر سن سکو تو روح محمد ﷺ خراج اطاعت کی طالب ہے تم سے
یہی ہے جو قول و عمل کی دورنگی بہت درد انگیز انجام ہوگا
فقط خوش بیانی کے جوہر دکھا کر کوئی قوم دنیا میں ابھری نہیں ہے
عمل چھوڑ کر صرف باتیں بنا کر کوئی قوم دنیا میں ابھری نہیں ہے
اٹھو مومنو! آج سے عہد کرلو، حبیب خدا ﷺ کی اطاعت کرو گے
عقیدت کے پہلو بہ پہلو عمل سے حقیقت میں تعمیل سنت کرو گے